لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اعظم

خوشحال خان خٹک

بحیثیت ایک سپاہی ایک شاعر

(فضل حق شیدا کے طویل پشتو مقالے مرد میدان سے ماخوذ)

خوشحال خان خٹک پر لکھنے والے کو ایک عجیب ذہنی الجھن سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ خوشحال خان کی شخصیت مختلف النوع خصوصیات کا ایک عجیب و دلچسپ مرکب ہے۔ وہ بیک وقت ایک صاحب سیف و قلم سپاہی۔ سیاسی رہنما۔ قبیلے کا سردار میر لشکر اور ساتھ ہی بہت بڑا ادیب اور شاعر بھی ہے۔ اس کی شاعری کے متعلق تفصیلی گفتگو تو کی جا سکتی ہے مگر اس میں دقت یہ ہے کہ اس کی شاعری بھی اس کی شخصیت کی طرح کئی خانوں میں بٹی ہوئی ہے کہیں محبوب کے خدوخال کی تعریفیں ہیں تو کہیں ہجر و وصال کے قصے اور کہیں سوز و گداز سے بھرپور غزلیں۔ کہیں قدرتی نظاروں کی تصویر کشی ہے تو کہیں پتھریلے میدانوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کی منظر کشی۔ کہیں خواہشات نفسانی کا ذکر ہے تو کہیں جنگوں کے تذکرے۔ خوشحال خان کے دیوان کے تقریباً ہر صفحے پر ہر غزل میں میدان کارزار کے مناظر ہیں تلواروں اور زرہوں کی جھنکاریں ہیں اور ننگ و غیرت کی باتیں ہیں۔ اگر یہ جنگ ننگ اور تیغ و تفنگ کی باتیں اسکے کلام سے نکال لی جائیں تو باقی صرف وہ ڈھانچہ رہ جائیگا جس سے روح نکل چکی ہو۔ اس لئے اگر خوشحال خان کو ایک صاحبِ قلم سپاہی کی حیثیت سے پیش کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

دنیا میں بہت کم ایسے شاعر گذرے ہیں جو قلم کیساتھ تلوار کے بھی دھنی ہوں۔ مگر خوشحال خان گفتار اور کردار دونوں کا غازی تھا۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ وہ مغلوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں حق بجانب تھا یا نہیں اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اورنگ زیب کے عہد میں چند ایسے ناخوشگوار واقعات ضرور پیش آئے جو خوشحال خان کے دل میں مغلوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔ ان واقعات کی تفصیل کا تعلق نہ موضوع سے ہے اور نہ یہاں اس کی گنجائش۔ اس مضمون کا مقصد صرف اس مرد میدان کی رزمیہ شاعری پر بحث کرنا ہے۔ خوشحال خان کے کلام کے مختلف حصے اگر ایک ترتیب دے کر اکھٹے کئے جائیں تو اہم تاریخی واقعات کا بالتفصیل مرقع بن سکتا ہے وہ اپنے زمانے کے ان شعراء سے بالکل مختلف ہے جو یا تو اپنے ماحول سے متاثر نہیں ہوئے یا مصلحتاً خاموش رہے مگر خوشحال خان کی حساس طبیعت (جو خود اس المیے کا ایک اہم کردار تھا) اپنے گرد و پیش سے متاثر ہوئے بغیر

نہیں رہ سکی۔ اس کے دیوان میں افغانوں کی خانہ جنگیاں۔ مغلوں سے جنگیں اور پٹھانوں کے جہد بقا کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ اور ان میں خوشحال خان سب سے نمایاں سب سے بلند تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا نظر آتا ہے۔

خوشحال خان ایسا شاعر ہے جو تلواروں کی جھنکار میں بھی سکون محسوس کرتا ہے اسکے کلام میں جگہ جگہ بہادری، مردانگی، غیرت مندی، خودداری، سیر و شکار اور باز اور شاہین کے تذکرے ہیں وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ مرد وہ ہے جو موت سے نہ ڈرے۔ شیر وہ ہے جو دوسروں کے میدان میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور فاتح وہ ہے جو سر دھڑ کی بازی لگانا جانتا ہو۔ اس کے نزدیک سر فروشی مرد کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ وہ کہتا ہے ؂

یادسپینو تو رو مرد شه یا عاشق شه

چه یاد یگے په بدلو په سندرو

(تو اگر چاہتا ہے کہ لوگ تیرے کارنامے بدلوں اور سندروں (پشتو لوک گیت) کی صورت میں یاد رکھیں تو عاشق بن یا شمشیر زن) اور

چه سَرگنده سَربازی کاندِ دَتورو

زه خوشحال خٹك تر هَغے هنر زار شوم

(میں خوشحال خٹک اس ہنر کے قربان جو سونتی ہوئی تلوار پر سر کی بازی لگانے کا درس دے)

اس کی غیرت مند طبیعت کو بزدل کی ہمراہی حج کے سفر میں بھی گوارا نہیں۔ مگر جواں ہمت مرد کیساتھ صحراؤں کی صعوبتیں جھیل کر بھی وہ خوش ہے۔ جو شخص میدان جنگ میں زخم کھانے سے ڈرے یا تیروں سے بچنے کی کوشش کرے وہ اسے نسوانیت کے طعنے دیتا ہے۔ اور یوں مخاطب ہوتا ہے۔

یا کشتی د زور آور و سره مکڑه

یا د دوئی غوند پیدا کڑه مڑوندونه

یا دمرد غوندِ شمله په دستار پریگده

یا په سر که لکه خزو میز رونه

(یا طاقت وروں سے زور آزمائی نہ کر۔ یا انکی طرح اپنے بازوؤں میں قوت پیدا کر۔ یا مرد کیطرح پگڑی پر اونچا طرہ رکھ یا عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھ)

وہ ان بیٹوں سے بے زار ہے جو بہادر نہ ہوں۔ جنہیں اسلحہ سے محبت نہ ہو۔ جو تلوار چلانا نہ جانتے ہوں۔ وہ ان سے کہتا ہے۔ ؂

چه او نه وہی په دواڑو لا سوتوره
چا ملکونه په میراث نه دی موندلی

(جب تک خود دونوں ہاتھوں سے تلوار نہ چلائی جائے۔ ملک کسی کو میراث میں نہیں ملا کرتے۔ اور

په میدان کے توئے خے دی دُ سَر وینے
نَه چه ڈکَه سینه اوڑے دَ جگر خون

(سر کا خون میدان میں بہتا اچھا ہے۔ بجائے اسکے کہ آرزوؤں کے خون سے بھرا سینہ واپس لے جایا جائے) اور مزید کہتا ہے ۔

چه په زان مڑنے نه ائے
مڑ نتو ب نه کا لخکر

(اگر تو خود بہادر اور باہمت نہیں تو اپنے لشکر سے بہادری کی امید نہ رکھ) قائدانہ اوصاف کا تذکرہ وہ ان الفاظ میں کرتا ہے۔ ۔

چه میر د لخکر مرد دے
گران کا رونه شی آسان

(اگر میر لشکر مرد میدان ہے تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں) اور ۔

سرداری لره بو یه دا در ۔ سیزه
یو صحت او دوئم توره بل اخلاق

(ایک سردار کیلئے تین چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ اول صحت۔ دوئم تلوار اور سوئم اخلاق)

سرداری کے وہ چند ایک مخصوص صفات ناگزیر سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک "زوانمردی پہ زر شندل او پہ سر شندل دہ" یعنی جوانمردی زر اور سر کی قربانی مانگتی ہے۔ ۔

خانی کا رد بل چانه دے دَ هغه دے
چه صرفه اے نه په زر وی نه په سر

(سرداری صرف اس کا کام ہے جو زر لٹانے اور سر کٹانے کی جرات رکھتا ہو) ایک جگہ بلند نگہی کی مثال وہ ایک انوکھے تقابل سے دیتا ہے۔ ۔

سپے دورمه چیچی دَ غشی
پڑانگ حمله په تیرا نداز کا

کتے کی عادت ہے کہ وہ پھینکے ہوئے تیر یا پتھر کو کاٹنے دوڑتا ہے مگر شیر تیر انداز پر حملہ کرتا ہے) ننگ کا لفظ خوشحال خان کے کلام میں بار بار آیا ہے۔ اسکے ہاں ننگ کا وہی تصور ہے جو اقبال کے ہاں خودی کا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ خوشحال کی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ عزت کی زندگی گزاری جائے۔ یہ تمام جنگیں۔ آلام و مصائب اس نے صرف اسلئے برداشت کئے کہ اپنی خودداری برقرار رکھ سکے۔ یہ بات اس کے اشعار سے نمایاں ہیں۔ ؎

نه په مُلك يم نه په نورسه
خپل عزت دے په ماگران

(مجھے نہ ملک کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ۔ میرے لئے اپنی عزت زیادہ اہم ہے) اور پھر ؎

به خپل نام وننگ چه راشم ليونے شم
خبردار كله په سود و زيان دَلك يم

(جب میرے نام و ننگ پر حرف آئے تو میں دیوانہ ہو جاتا ہوں اور پھر مجھے لاکھوں کے سود و زیاں کی بھی پرواہ نہیں رہتی)۔ اور

سر دے درومی مال دے درومی پت دے نه زی
د سڑی د چارو كل خوبى په پت ده

(سر جائے دولت جائے عزت نہ جائے۔ کیونکہ مرد کی تمام زندگی کا دارومدار عزت پر ہے)۔

خوشحال خان خٹک کی خودداری قابل رشک ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

د منت دارو كه مرم پكارم نه دى
كه علاج لره م راشى مسيحا هم

(دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر مانگی ہوئی دوا سے اگر تیری جان بچتی ہے تو ایسی دوا بھی قبول نہ کر۔)

علامہ اقبال کی طرح وہ بھی یہی کہتا ہے ؎ اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اُور پورے په منصب په نوكرى شه
چه ترفهم و تر نظر د مغل كك يم

(آگ لگے ایسے منصب اور ایسی نوکری کو جو مغلوں کی نظر میں مجھے اسقدر گرا دے کہ میری حیثیت تنکے کے برابر بھی نہ رہے) اسکے نزدیک بے عزتی اور غلامی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ زربفت۔ کمخواب اور عالی

شان محل بھی غلامی میں میسر ہو تو اسے قبول نہیں۔ محکومیت اس کیلئے زنداں سے بھی بدتر ہے۔ وہ ہبانگ دہل پکارتا ہے کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیات جاوداں سے۔

خوشحال کی تمام زندگی ایک دائمی حرکت ایک کشمکش ایک مسلسل جدوجہد ہے۔ خطرات مصائب و آلام سے پُر۔ شکستوں کے باوجود اس کے کلام میں مایوسی، ناامیدی یا فرار کی جھلک تک نہیں۔ بلکہ ہر شعر اور ہر مصرع رجائیت سے پُر ہے۔ شروع سے آخر تک زندگی اپنی تمام سرگرمیوں اور گھماگھمیوں کیساتھ اسکے کلام میں رواں دواں نظر آتی ہے۔ وہ پے در پے شکستیں کھانے اور بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود ہمت نہیں ہارتا۔ اسکی فاتحانہ شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے سونا آگ میں جل کر کندن بنتا ہے۔ لوگ اسے کہتے ہیں کہ اب تم بازی ہار چکے ہو لیکن اس نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور برابر کہہ رہا ہے۔

که آسمان دِ دَ مزری په خوله کے ور کړه
دَ مزری په خوله کے مَه پر یگده همت

(اگر آسمان تمہیں شیر کے منہ میں ڈال دے تو شیر کے منہ میں بھی ہمت نہ ہار) اور

زه که غره په غره جار اوزم باك اے نشته
تل اِمزری گرزی په لوړے په ژوړے

(اگر میں پہاڑوں کے خاک چھانتا پھر رہا ہوں تو اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ یہ نشیب و فراز شیروں کے راستے میں آیا ہی کرتے ہیں) غم سے زرد چہرے کو سرخ کرنے کا انوکھا سبق ملاحظہ ہو۔

که مخ دے زیړ وی په دل گیرئی کے
نو ته اَے په دوا ژو سپیړو سور کړه

(اگر تیرہ چہرہ غم سے زرد ہو جائے تو دونوں ہاتھوں سے چانٹے مار مار کر اسے سرخ کر)

خوشحال خان کے رزمیہ کلام کے مطالعہ سے ایک زبردست غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ خوشحال خان کی فطرت جنگجویانہ اور قتل و غارت کی خواہاں تھی یا اسکے دل میں رحم اور عفو کا جذبہ کم تھا۔ لیکن ایسا نہیں۔ یہ غلط فہمی صرف ایک ہی رخ کو دیکھنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ دوسرا رخ دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ جنگجو اور سخت دل انسان نرمی تہذیب اور شائستگی کا ایک نمونہ ہے جب وہ کہتا ہے۔

که په صلح کے روزگار شی
سه حاجت په تیغ و تیر

(اگر صلح صفائی سے کام چل سکتا ہو تو تیر اور تلوار کی کیا ضرورت ہے) اس کا نظریہ یہ ہے کہ

اہل شرته دَ شاہین منگل پیدا کڑه
اہل خیروته حلیم شه ترحمامه

(شر پسندوں کیلئے شاہین کے سے پنجے پیدا کر۔ مگر امن چاہنے والوں کیلئے کبوتر کی طرح عاجز بن جا)

وہ ہر جگہ یہی کہتا ہے کہ اگر کوئی تیرا دانت توڑے تو تو بھی اس کا دانت توڑ لیکن جو معافی مانگ لے تو عفو انتقام سے بہتر ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور جرمن فلسفی نیطشے کی طرح خوشحال خان کے زیر نظر بھی ایک ایسے تصوارتی کردار کی تخلیق ہے۔ جو غیور ہو۔ صبور ہو۔ مرد میدان ہو۔ جان نثار ہو ننگ و ناموس پر کٹ مرنے والا ہو۔ خوشحال خان ایسے انسان کو اقبال کے مرد مومن کی طرح مرد یا جوانمرد کے نام سے پکارتا ہے۔ اقبال کے شاہین کی طرح شاہین و شہباز کا استعارہ خوشحال کے کلام میں بھی کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اور اس پرندے کی بلند پروازی۔ تیز نگہی۔ درویشانہ طرز زندگی اور دوسروں کا پس خوردہ نہ کھانے کا ذکر اس کے کلام میں جابجا موجود ہے۔

خوشحال خان کی کتاب 'بازنامہ' اس پرندے کی عادات واطوار پر ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال کے اشعار سے خوشحال خان کے اشعار کے نفس مضمون کا توارد قاری کے لئے باعث دلچسپی ہوگا۔ علامہ اقبالؒ کا شعر ہے ؎

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

خوشحال کہتا ہے ؎ زه هغه شهباز شه چه ای زائے په سر درو وی
نه لکه دَ کلی مار غه گر زه غم دَ نس کا

(جا اور وہ شہباز بن جس کا ٹھکانہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوتا ہے۔ نہ کہ بستی کا وہ پرندہ جو سارا دن آبادیوں میں خوراک کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے)

شاہین کے کار آشیاں بندی سے متعلق اقبال نے کہا :

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ
گزر اوقات کرلیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہین کیلئے ذلت ہے کار آشیاں بندی

اور خوشحال خان کہتا ہے ؎

چه نام اے نا پیدا نشان اے نشته
سوك به سه غواڑی د سپینو بازو ہوئے

(ان سفید بازوں کے انڈے کوئی کہاں سے لائے گا۔ جن کے ٹھکانوں کا ہی کسی کو علم نہیں)

خوشحال خان خٹک کے دیوان میں متعدد ایسے اشعار موجود ہیں جو اپنے مرکزی خیال یا مضمون کی ہم رنگی کے باعث اقبال کے اردو یا فارسی اشعار سے معنوی مماثلت رکھتے ہیں۔ خوشحال خان کے کلام سے اقبال کا تعارف انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود اس کی انگریزی میں ترجمہ شدہ ان نظموں کے ذریعے ہوا جو کسی انگریز نے کی تھیں۔ اقبال کی مشہور نظم "خوشحال خان خٹک کی وصیت" انہی نظموں سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔

رزمیہ شاعری کی صنف میں ہومر کی "اوڈیسی" اور فردوسی کے شاہنامہ کے بعد جو نام گنوائے جا سکتے ہیں ان میں خوشحال خان کی رزمیہ نظمیں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔ لیکن انہیں متعارف کرانے کے لئے وہ توجہ میسر نہیں آسکی جس کی وہ متقاضی تھیں۔

سلسلہ مطبوعات موتمر المصنفین (۲۹)

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ

(مولانا سمیع الحق)

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب 'ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ 'آغاز' رفتار کار 'صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی 'عورت کی حکمرانی' جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

ملنے کا پتہ: موتمر المصنفین ' دارالعلوم حقانیہ 'اکوڑہ خٹک' نوشہرہ پاکستان